ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ہندومت کی تاریخ اور حقائق: تجزیاتی مطالعہ

HISTORY AND FACTS OF HINDUISM: AN ANALYTICAL STUDY

Usman Abbas, **Hafiz M Dawood Al-Manshavi, ***Maheen Rasheed, * Ali Rizwan Shahzad**

*PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore
**PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore
***Lecturer, GCT Railway Road, Lahore
****PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore

ABSTRACT:
Every religion has its religious tradition and history and also must has a starting point. Ancient India has no history. The people whose civilization remains in India are the Dravidians. There is currently no satisfactory answer to the origin of this nation. At Harappa, Mehrgarh and Rakhigarhi and other places, experts have found many traces of ancient tombs which show that these people used to bury their dead. There are many clues found in MahaBharat which show that the people of the Indus Valley Civilization merged with the Ganga and Jamna Civilization after its decline. The concept of Trimurti is very important in Hinduism's concept of God. According to him there are three real Gods or Devas. All the other gods, gods and goddesses are subordinate to him. One of them is the Creator, one the Sustainer and one the Destroyer. Like other religions, Hinduism also has the concept of a holy entity or deity who captures the soul and is called "Yam Raj" the kingdom of death. Yam Raj captures the souls of people in this world and takes them to another place gives death. The general belief of Hindus is that the soul of man is emanated from the essence of God. Therefore, the purpose of human life is that his soul merges back into its original source, the abode of the one and only God, known as Brahma Paramatma. In this research paper we will try to explain the historical background of Hinduism and also discuss the facts about it.
Keywords: *Hinduism, History, Facts, Arya, Trimurti, Dravidians,*

نوعِ انسانی کے ہر مذہب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس کی مذہبی روایت اور تاریخ کا ایک نقطہ آغاز ضرور ملتا ہے۔ یہ نقطہ آغاز عام طور پر کسی مقدس ہستی کے روحانی تجربے سے متعلق ہوتا ہے جسے گیان، موکش یا وحی کہا جاتا ہے۔ اہلِ مذہب اسی کی لکھی ہوئی کسی کتاب یا اس کے اقوال اور شادات سے مذہبی تعلیمات اخذ کر لیتے ہیں۔ لیکن جب ہم ہندو دھرم کی تاریخ جاننے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی کوئی مرتب تاریخ نہیں ہے۔ ہندوستان کا وہ قدیم تمدن جس کی گود سے ہندومت نے جنم لیا، دُنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں شمار کی جاتی ہے۔ لیکن ہم اس کی تاریخ کے بارے میں حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اگر ہمارے پاس اس دور کی تاریخ مرتب کرنے کا مآخذ ہے تو وہ صرف وید اور مذہبی کتابیں ہیں جو ہندوؤں نے پانچ ہزار سال کے اپنے بے نظیر تمدن میں تصنیف کیں۔ مذہبی صحیفہ "پُران" جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہندوؤں کے ہاں تاریخ کی ہی کتاب شمار کی جاتی ہے، ہندوستان کی تاریخ پر قدرے روشنی ڈالتی ہے لیکن یہ کتابیں بھی اپنی موجودہ صورت میں پہلی صدی قبل مسیح سے زیادہ پرانی نہیں ہیں۔ ان کتب میں تاریخ سے متعلق بہت کچھ معلومات ہے لیکن اساطیری روایات میں حقائق تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ تاریخ سے متعلق اس بے حالی پر تمدن ہند کے مصنف ڈاکٹر لیبان فرانسیسی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قدیم ہند کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ ان ہندوؤں کی کتابوں میں کوئی مطلقا تاریخی واقعات درج نہیں ہے۔ نہ ہی ان کی عمارتوں اور یادگاروں سے اس کمی کی تلافی ہے۔ کیونکہ پرانی سے پرانی یادگار بمشکل تیسری صدی عیسوی سے قبل کی ہے۔ علاوہ چند مذہبی کتابوں کے جن میں بعض تاریخی واقعات کہانیوں اور احکامات کے اندر دفن ہیں۔ قدیم ہند کے حالات معلوم کرنا اسی قدر مشکل ہے ے جیسا کہ اُس خیالی جزیرہ اٹلانٹس کا۔ جو بقول افلاطون انقلاب اراضی کی وجہ سے تباہ ہو گیا"[1]

"برہمنی روایت، داراوڑ تمدن کے باقیات، اور مقامی قبائل کے مذہبی عقائد اور رسومات، وہ تین اہم ماخذ ہیں جنہوں نے ہندو روایت کی تشکیل میں حصہ لیا۔ اگرچہ ان کے علاوہ ہندوستان میں وقتاً فوقتاً باہر سے آنے والی قوموں کے اثرات بھی ہندو روایت میں جذب ہوتے رہے۔ ان تمام روایات میں چونکہ برہمنی روایت کو سب سے زیادہ استناد اور غلبہ حاصل رہا، اس لیے ہندومت کو برہمنی روایت کا ہی جانشین تسلیم کیا گیا۔ بلکہ خود ہندو روایت کے اپنے عقیدے میں وہ ویدک اور برہمنی روایت کے تسلسل کا ہی نام ہے اور ہر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ہندو عقیدے اور رسم کی سندویدک ادب سے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ویدوں کا تعلق ہندومت سے حقیقی سے زیادہ رسمی ہے اور ہندو روایت کا ارتقا ویدوں کے تسلط سے آزاد رہ کر ہوا ہے"[2]

دراوڑ قوم:

اس قدیم قوم کے بعد ہندوستان میں جن لوگوں کے تہذیبی آثار ملتے ہیں وہ دراوڑ ہے۔ اس قوم کی اصل کے متعلق کوئی تشفی بخش جواب فی الحال میسر نہیں ہے۔ فی الواقع یہ قوم اتنی پرانی ہے کہ اس بات کا سراغ نہیں ہے۔ فی الواقع یہ قوم اتنی پرانی ہے کہ اس بات کا سراغ نہیں لگایا جاسکتا کہ یہ قوم کب، کیوں اور کہاں سے ہندوستان وارد ہوئی۔ تا ہم اکثر مورخین کے دعوے کے مطابق یہ لوگ بحیرہ روم سے آئے تھے۔ جبکہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ یہ ہندوستان کے مقامی لوگ ہی تھے۔ اس حوالے سے ماہرین کی ایک بہتر رائے یہ ہے کہ دراوڑ مختلف النوع قوم اور لسانی گروہ کے افراد تھے جن میں سے بہت سے صحرائے افریقہ اور ایلم و عراق سے بھی آئے تھے۔ شکل وشباہت کے لحاظ سے یہ لوگ افریقی اور سیاہ فام آسٹریلوی باشندوں سے مماثلت رکھتے تھے۔ اس قدیم نسل کی اب بھی جنوبی ایشیا کے مختلف علاقوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم پاکستان کے ساحلی علاقوں پر آباد مکرانی قوم یا اسی طرح بھارت کی تامل قوم کو بھی پیش کرسکتے ہیں۔ اس قوم کے آثار ہمیں جنوبی ہند (تامل ناڈو) میں کئی جگہ ملتے ہیں۔ اپنے رنگ کے علاوہ وہ ان لوگوں میں یہ بات مشترک تھی کہ یہ سبھی زراعت پیشہ تھے۔ ان لوگوں کے ابتدائی مذہب کے بارے میں بھی جاننے کا کوئی مستند ذریعہ نہیں ہے صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں مختلف قسم کے مذہب تھے۔ تاہم یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ہندومت میں لنگ پوجا، بت پرستی اور شیومت کا فرقہ انہی کی کاوش ہے۔ نیز یہ لوگ قدیم آسٹریلوی باشندوں سے زیادہ متمدن تھے۔[3]

سندھ طاس تہذیب کا مذہب اور ہندومت:

سندھ طاس تہذیب کے مذہب کے بارے میں ہمارے پاس تفصیل بہت کم ہی دستیاب ہے، لیکن دریافت ہونے والے آثار سے ان کے مذہب کی اہم خصوصیات کا تعین کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ بنیادی طور پر ان کے دیوتا زمین سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ مونث خدا یعنی دیوی کا تصور بھی ان میں موجود تھا۔ کثرت سے دریافت ہونے والے مجسموں اور مذہبی علامات سے یہ غالب گمان ہوتا ہے کہ یہ لوگ بت پرست نہ ہو، مگر بعض مذہبی مجسموں کے متعلق ان کے دل میں عقیدت کا احساس ضرور موجود تھا۔ توحید چونکہ کسی مادی آثار کا محتاج نہیں ہوتا جس کے شواہد بعد میں دستیاب ہوسکیں، لہٰذا ہم وثوق سے اس معاشرے میں توحید کا تصور تلاش نہیں کرسکتے لیکن اس کا امکان بھی بہر حال رد نہیں کیا جاسکتا۔ عبادات کے لحاظ سے یہ معاشرہ انتہائی سادہ رسومات پر عمل پیرا تھا۔ ہڑپہ، مہرگڑھ اور راکھی گڑھی اور دیگر جگہوں سے ماہرین کو قدیم زمانے کی قبروں کے آثار کثرت سے ملے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مُردوں کو دفنایا کرتے تھے۔ اشنان یعنی غسل کے ہاں ایک مذہبی عبادت تھی جس کے لیے بڑے بڑے تالاب بنائے گئے تھے۔ مراقبہ اور یوگا بھی اس تہذیب میں خاص اہمیت کا حامل تھا۔ ہندومت میں خاصی اہمیت کا حامل نشان "سواستک" بھی اس تہذیب سے برآمد ہوا ہے جس کی تاریخ 3000BC سے زیادہ ہے۔ یہ نشان آریوں کی خاص علامت ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس دور میں بعض یورپ سے بعض سفید رنگ آریا کا ایک گروہ وادی سندھ پہنچ چکا تھا۔ ان شواہد کی روشنی میں سندھ طاس کے مذہب کو بلا مبالغہ Prevedic Hinduism یعنی "ما قبل وید ہندومت" کہا جاسکتا ہے۔

قدیم آریائی کلچر:

ہندوستان میں وید کے اشعار تخلیق کرنے والے لوگ آریا کہلاتے ہیں۔ مقامی سیاہ فام نسل کے برعکس یہ سفید رنگ کے حامل تھے۔ یہ آریا من حیث المجموع کون تھے؟ اور ان کا اصلی مسکن کہاں تھا؟ یہ سوال مورخین کے ہاں ایک دلچسپ اور معرکۃ الآرا بحث کو جنم دیتا ہے۔ ان کے اصلی وطن کا اندازہ روس، ترکی، شمالی یورپ، قازقستان، قفقاز اور سائبیریا کے علاقوں تک لگایا گیا ہے۔ یہ پورا خطہ "یوریشیاء" کہلاتا ہے جہاں گھاس کے میدانوں کی کثرت ہے۔ اس میں یورپ کا وہ مشرقی حصہ جو اب یوکرین کہلاتا ہے، مورخین اسے "سائیتھیا" بھی کہتے ہیں۔ آریاؤں کے مسکن کے بارے میں یوریشیاء کا نظریہ اس لیے بھی زیادہ مقبول رہا ہے کہ ہمیں اس خطے میں کئی ایسی ثقافتوں کے آثار ملتے ہیں جو ہندوستان میں بھی ویدک تہذیب کا حصہ رہے۔ بالخصوص گھوڑے، اس کی قربانی رتھ یعنی ٹانگہ اور دیوتاؤں سے متعلق اس خطے میں کثرت سے شواہد ملتے ہیں ان میں سنتا شت ثقافت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آریا کوئی قومی اصطلاح نہیں ہے اور نہ ہی یہ گروہ ایک مشترکہ تہذیب وثقافت کا حامل گروہ تھا۔ بلکہ انہیں مجموعی حیثیت سے صرف ان کے مشترکہ خطے اور سفید جلد کی ہی وجہ سے آریا کہا جاتا ہے۔ اپنا اصل وطن چھوڑ کر وہ جہاں بھی آباد ہوئے، وہاں کی تہذیب پر اثر انداز ہوئے اور خود بھی کئی طرح سے بدلتے رہے۔ آبادکاری اور مقامی اقوام سے اختلاط کی بدولت ان کی زبان، معاشرت اور شکل وصورت میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہیں حتیٰ کہ صدیوں بعد نئے آنے والے گروہ کے لیے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ابتدائی مہاجر گروہ بالکل اجنبی تھے اور سوائے زبان کے چند ایک مشترکات کے ان کے پاس کوئی ہم آہنگی نہ ہوتی تھی۔ بالعموم یہ کثیر الافراد قوم اپنے اصل وطن سے موسمی تبدیلی اور خورات کی تلاش میں آگے بڑھتے گئے۔ ترک وطن کا یہ سلسلہ ایک دم نہیں ہوا تھا۔ بلکہ یہ ہجرت تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح میں شروع ہوئی اور صدیوں تک چلتی رہی۔ آریا اپنی اصل وطن سے گروہ در گروہ یورپ میں جرمن، یونان، آئرلینڈ اور ایشیاء میں ایران، قازقستان، ہندوستان اور جنوب مشرقی ایشیاء کے آخری حصے تک پھیلتے گئے۔ قبل از تاریخ زمانے میں ان کا مذہب و رہن سہن یقیناً مشترک رہا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ آج ہم یونانی، لاطینی، ایرانی اور ہندو دومالا (Mythology) کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سے مشترکات مل جاتے ہیں، لیکن بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ ہی ان کے باہم اختلاف پیدا ہو چکے تھے اور 4000 قبل مسیح تک لوگ مختلف مذہب کے پیروکار بن چکے تھے جس کی صورتیں یونان سے لے کر ہندوستان تک مختلف مذاہب کی صورت میں رائج ہوئیں۔[4]

آریاؤں کی ہندوستان آمد:

آریا 6000 قبل مسیح سے اپنی وطن ہجرت کر چکے جانب رخ کر چکے تھے اور صدیوں تک ترکمانستان، قزاقستان، بلخ اور ایران میں آباد رہے۔ لیکن ان ویدک آریوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو وادی سندھ کے عروج سے قبل یعنی طوفان کے فوراً یہاں ہندوستان آباد ہو گیا تھا۔ ودیک آریوں کا یہ اولین خاندان وِوستھ منو کے بیٹے اِکشواکو کا تھا جو 6000 قبل مسیح کے لگ بھگ غیر فاتحانہ انداز میں ہندوستان آچکا تھا اور اسی نے یہاں سورج ونسی سلطنت اور خاندان کی بنیاد رکھی۔ یہ گروہ ہندی ایرانی آریوں کے ہی خاندان سے تھا اور ان کا مذہب بھی کم و بیش وہی تھا جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ ہندوؤں کے مطابق شری رام کا تعلق 4000 قبل مسیح میں اسی قدیم آریائی گروہ سے تھا جو بہت پہلے ہندوستان آئے تھے۔ البتہ ان کے قبیلے نے ویدیک مذہب واسطہ اس قدر جلدی منقطع نہیں کیا تھا جتنا کہ دیگر قبائل نے کر لیا۔ قدیم ہندو پران یہ بھی بتاتی ہے کہ رام کے بیٹے "لو" نے ایک بستی لوہ پور بسائی تھی اسی قدیم بستی کے آس پاس بسے دوسرے دیہات مل کر صدیوں بعد ایک شہر کی صورت اختیار کر گئے اور اسے "لاہور" کہا جانے لگا۔ پران اور رامائن کے مطابق شری رام اور ان کے خاندان سورج ونش کا تعلق سندھ سے بھی تھا اور یہاں بھی اس خاندان کے افراد رہتے تھے۔ یہاں اس بارے میں تذبذب کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ کس طرح راماین میں ودیک دیوتاؤں کے کردار کو شامل کیا گیا، کیونکہ راماین تقریباً چوتھی صدی قبل مسیح کے بعد مرتب کی گئی کتاب ہے جس میں بہت سے الحاقات کیے گئے۔ اس کے بعد 3200 یا 2000 قبل مسیح میں مزید قبائل آئے جن میں یادو اور ترسو خاص طرپر شامل تھے۔ یادو اور ترسو وید کے مطابق سمندر سے آئے تھے۔[5] جو غالب گمان یہی ہے کہ بابل کے راستے آئے تھے اور انہوں نے یہاں چندر ونسی خاندان کی بنیاد رکھی اور وادی سندھ میں بڑی تعداد میں پھیلتے گئے۔ بعض مورخین کے نزدیک یہی وہ قافلہ تھا جنھوں نے ہپتی اور متانی کی بنیاد رکھی۔ البتہ اس حوالے سے مختلف بات ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ یہاں یہ بات سمجھنا اہم ہے کہ اکشواکو اور اس کے بعد یادو اور ترسو جب ہندوستان آئے تھے تو ان کا مذہب ودیک مت سے قریب تک ہی تھا لیکن یقینی طور پر صدیوں کے فاصلے ہونے کی وجہ سے ان کا مذہب ایران کے ودیک مذہب سے قدرے مختلف ہو چکا تھا۔ سورج ونسی کے برعکس چندر ونسی نے سندھی تہذیب کو فوراً قبول کر لیا تھا اور ان کی زبان بھی محفوظ نہیں تھی حتی کہ بعد کے آریوں نے ان کی زبان کے لیے "سردھ رواچ" کی اصطلاح استعمال کی ہے یعنی جن کی زبان مکمل طور پر قابل فہم نہ ہو۔ مذہبی اعتبار سے رگ وید میں بعد یادو اور ترسو کو نووارد آریاؤں نے نفرت سے داس کہہ کر مخاطب کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ ویدوں کے بعض حصوں کو نہیں مناتے تھے اور اندر کی پوجا کے مخالف تھے۔ پران میں بھی ہمیں کئی مواقع پر شری کرشن اندر پوجا کی مخالفت کرتے دکھائی دیتے ہیں جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ رگ وید کے آریا ابتدائی آریوں سے بالکل مختلف ہو چکے تھے۔ خاص طور پر ان میں جین روایات کے اثرات زیادہ تھے۔ وادی سندھ کی مادہ پرست گہما گہمی سے دل برداشتہ لوگوں کے لیے یہ روحانیت پسند رجحان اس قدر پر کشش تھا کہ آریائی گروہ کے ایک سنجیدہ طبقے کو بھی اس کا حصہ بننے میں کوئی تردد نہ ہوا۔ حتی کہ مہابھارت اور بھاگوت پران میں بھی جا بجا یہ نوحہ ملتا ہے کہ کئی بادشاہ اپنی شاہانہ زندگی چھوڑ کر سنیاسی بن گئے۔

اب جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ آریائی مہاجرین کے اولین گروہ کا تعامل سندھ طاس تہذیب کی آبادی سے بھی ہوا اور ان غیر متمدن آریاؤں نے سندھ طاس تہذیب سے تمدنی اعتبار سے بہت کچھ سکھا۔ اس بات کی وجہ بھی یہ معلوم ہو جاتی ہے کہ کیوں ہڑپہ کے آثار ودیک تہذیب سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اسی اولین گروہ نے یہاں سے یوگا سمیت دیگر اجزا اپنے مذہب میں شامل کیے ہوں گے۔ مہابھارت میں ایسے کئی سراغ ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ طاس تہذیب کے لوگ اپنے زوال کے بعد گنگا و جمنا کی تہذیب میں ضم ہو گئی۔

ہندو قوم اور سید نانورج:

گزشتہ صدی میں بعض محققین کی جانب سے یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ ہنود سدنا نوح علیہ السلام کی اولاد یا ان کی امت میں سے ہیں۔ اس حوالے سے منو کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے جو ممکنہ طور پر "مہانوح" ہیں۔ معروف فرانسیسی مصنف دیوبائیس جنھوں نے چالیس سال تک ہندوستانی تہذیب کا مطالعہ کیا اور ہندو رسم و رواج پر سب سے مستند اور ضخیم کتاب لکھی۔ اپنی کتاب Hindu Manners, Costoms & Cermonies (ہندو شعائر، مراسم و مناسک) میں منو کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "ایک مشہور شخصیت جو کہ ہندوؤں کے یہاں بہت مقدس ہے اور جسے وہ "مہانووو" کے نام سے جانتے ہیں۔ (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعے بچ نکلی جس میں ساتھ مشہور رشی سوار تھے۔ "مہانووو" دو لفظوں مہا اور نوو کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نوو بلاشک وشبہ نوح علیہ السلام ہیں"[6]

ہندو اور ایرانی دیومال روایات میں لکھا ہے کہ ایک عظیم سیلاب کے بعد منو نے بعض نیک انسانوں کو کشتی میں سوار کر لیا اور تمام برے لوگ غرق ہو گئے۔ یہی روایت ہمیں سامی مذاہب میں سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں ملتی ہے۔ اس بارے میں جو کچھ داخلی شواہد پیش کیے جاتے ہیں، وہ ہندو صحائف کی ناقابل اعتماد تاریخی حیثیت کی وجہ سے مشکوک ہو سکتے ہیں، لیکن علم الآثار کی روشنی میں اس نظریے کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ طوفان نوح BC5000 سے پہلے کسی دور میں آیا تھا اور اس کا محل وسطی ایشیاء تھا تو براہ راست آریوں سے اس کا تعلق جڑ جاتا ہے جو بعد میں ہندوستان میں اترے۔ لیکن یہ محل وقوع اگر تبدیل کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ طوفان نوح بین النہرین تہذیب کا واقعہ ہے؛ تو اس کے آثار ہمیں آریائی کلچر کے بجائے قدیم وادی سندھ کی تہذیب سے مل سکتے ہیں بالخصوص ویدوں کا ترسوا اور یا دو قبیلہ جن کا گہرا تجارتی تعلق ان تہذیبوں سے رہا ہے۔ لیکن اس صورت میں یہ تعلق نوح کے بجائے ان کی اولادوں سے جڑ جاتا ہے جنھوں نے بین النہرین اور وادی سندھ کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا۔

ہندومت کے عقائد اور عبادات:

تصورِ خُدا:

ہندومت میں تصورِ خُدا کے حوالے سے کئی بتوں، دیوتاؤں، دیوؤں اور حجر و شجر کے نظریات پائے جاتے ہیں جس کی تفصیل ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔

ایشور اور بھگوان:

عام طور پر ہندو خُدا کے لیے بھگوان اور ایشور کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لفظ بھگوان کے لغوی معنی خوش بخت ہیں۔ اپنے مفہوم میں یہ لفظ الہامی، مقدس، پر جلال اور عظیم ہستی کے معنی میں خُدا کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ لفظ "ایشور" بھی قادر مطلق کے لیے عام استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ مختلف صورتوں میں ہمیں بہت سے مقامات پر ملتا ہے۔ قدیم تہذیب میں یہ لفظ "مہیشورا" کی صورت میں شیو دیوتا کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ بدھ مت میں یہ لفظ الوکتیسشورا" کی صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ ہندو فرقے شکی مت میں یہ لفظ ایک نسوانی خُدا کی حیثیت سے "ایشوری" کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ بہر حال یہ لفظ ہندومت میں عام طور پر توحید پرست لوگ ایک مختار کل قوت کے لیے استعمال کرتے ہیں اور جو لوگ کثیر دیوتاؤں کے قائل ہیں، ان کے یہاں یہ لفظ ان کے خاص دیوتا کے لیے ہوتا ہے۔

نرگن اور سگن:

ہندوالٰہیات کی رو سے خدا اپنا اصل خالص صورت میں ایسا خُدا ہوتا ہے جو نام وصفات سے ماوراء ہو۔ اس کی صورت، صفات، نام ہر ایک چیز انسانی ذہن سے ماوراء ہوتی ہے۔ یہ خُدا کی خالص صورت ہے۔ جس کی حالت کا کچھ بیان ممکن نہیں ہے۔ خُدا کی اس ناقابل بیان حالت کو "نرگن" کہتے ہیں۔ مختلف دیوتاؤں کے ماننے والے فرقے اپنے مخصوص دیوتا کو ہی اصل خُدا مانتے ہیں اور یہ حالت اسی سے منسوب کرتے ہیں۔ خُدا کی اس حالت کو پرماتما اور پر برہما بھی کہتے ہیں۔ ایشور کی یہ نرگن صورت واحد، حقیقی، ازلی اور ماورائے بصیرت ہے جس کی پرستش اور جس کے دھیان کی تعلیم گیتا اور اپنشد وغیرہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد خُدا انسانوں کے لیے قابلِ فہم ہونے کی خاطر نام وصفات سے متصف ہوتا ہے اور مختلف صورتوں میں خود کو ظاہر کرتا ہے۔ خُدا کی اس صورت کو سرگن کہتے ہیں۔

ان دو اصولوں کو سمجھنے سے ہمارے سامنے ہندوؤں کے ہاں متعدد دیوتاؤں کے پیچھے پوشیدہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ فی الحقیقت ایشور یا خدا ایک ہی ہے جسے پرماتما، برہم یا ایشور کہا جاتا ہے۔ لیکن جب اس کی ہستی سے مختلف صفات کا ظہور ہوتا ہے تو ہندو اسے علیحدہ دیوتا مان لیتے ہیں۔ مثلاً خدا جب کائنات کی تخلیق کرتا ہے تو اس وقت وہ برہما کہلاتا ہے، مخلوق کی نگہبانی اور پرورش کرتے ہوئے اسے وشنو کہتے ہیں اور جب وہ کائنات کو فنا کر دیتا ہے تو اسے شیو کہتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

مزید یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ خدا جب وجود کے اعتبار سے تنہا تھا تو وہ اپنی اصل میں نرگن تھا۔ پھر اس نے تخلیق شروع کی تو وہ خالق یعنی برہما قرار پایا، پھر اس نے تخلیق کو ارتقا کے راستے پر گامزن کیا اور اس کی نگہبانی کی تو وہ وشنو قرار پایا، اور جب وہ اس تخلیق کو فنا کر دیتا ہے تو شیو قرار دیا جاتا ہے۔ یعنی ایشور ایک ہی ہے لیکن اس کی ہستی سے مختلف صفات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ صفات کے ظہور ہونے کے بعد کی حالت کو سرگن کو کہتے ہیں۔ گو کہ پران، مہابھارت کے بعض حصے اور دیگر فرقہ وارانہ لٹریچر میں ہمیں ان برہما، ویشنو، شیو جو اصلاً خُدائے واحد کی صفات تھیں، کے باہم مخاصمت نظر آتی ہے لیکن گیتا، اپنشد اور کئی اہم کتب اسی وحدانیت کی تعلیم دیتی ہے جسے ہندو خواص معرفت الٰہی کا نام دیتے ہیں۔ سری مدبھا گوتم پران میں بھی اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"برہما، سروا (شیو) اور میری ہستی (وشنو) اصل میں تو مادی مظاہر کی علت ہیں۔ ورنہ ایشور (یعنی خُدائے حقیقی) بے نیاز، صفات سے ماورا میں ہی ہوں ہے۔ شخصی طور پر برہما، شیو اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے"

"اے عزیز دوجنمی دکش! اپنی مایا سے میں تخلیق، نگہبانی اور فنا کرنے کی صفات کا حامل ہوں۔ ان افعال کے درجات کے مطابق میری نمائندگی مختلف ناموں سے ہوتی ہے۔ میں ہی لاشریک برہما ہوں۔ لاعلم انسان برہما، ردرا اور مخلوق کو علیحدہ سمجھتا ہے"

"جس طرح انسان اپنے سر، ہاتھ اور دیگر جسمانی اعضاء کو علیحدہ شخصیت نہیں سمجھتا، اسی طرح میرا بندہ بھی (برہما وشنو، شیو وغیرہ میں) فرق نہیں کرتا"[7]

تثلیث یعنی تین خُداؤں کا تصور:

ہندو مت کے تصور خُدا میں تری مورتی کا تصور نہایت اہم ہے۔ اس کی رو سے حقیقی خُدا یا دیوتا تین ہیں۔ باقی تمام خدا، دیوتا و دیویاں انہی کے ماتحت ہیں۔ ان میں سے ایک خالق، ایک نگہبان اور ایک تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ گویا ہندوؤں نے تین کاموں کے لیے تین الگ الگ خُدا متعین کر دیے ہیں۔ ان تین خداؤں کا نام برہما، وشنو اور شیو ہے۔

برہما:

برہما سے مراد خالق ہے۔ یہ خدا کائنات کا نقطہ آغاز مانا جاتا ہے، لہٰذا اس کا درجہ بھی بہت اونچا ہے۔ ودیک ادب کے آخری حصے اپنشد میں برہما کو ایک واحد اور سب سے اعلیٰ خدا مانا گیا ہے۔ اگرچہ اس کے متعلق بنیادی عقیدے یعنی خالق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت کم ہوتی گئی اور رزمیہ ادب یعنی مہا بھارت اور پران میں اسے دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ محض ایک مقدس روح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جس نے دوسرے دیوتا کے کہنے پر یہ کائنات تخلیق کی۔ حتی کہ پرانوں میں نہ صرف یہ کہ ان کی اہمیت گھٹادی گئی ہے بلکہ ان سے ایسے کئی واقعات بھی منسوب ہیں جن سے ان کا تقدس متاثر ہو۔ ہمیں شیو اور وشنو کی پوجا کرنے والے ہندو بہت سے مل جائیں گے لیکن ویدوں کے اس عظیم دیوتا کی پرستش کرنے والے بہت ہی کم یا شاید بالکل نہیں ملیں گے۔ بلند مقام ہونے کے باوجود برہما کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔ اجمیر میں قائم ایک قدیم آریائی مندر کے علاوہ اس دیوتا کے مندر ہندوستا نمیں شاذونادر ہیں۔ برہما کی جو تصاویر یا بت بنائے جاتے ہیں، ان میں اس کی صورت عام طور پر داڑھی والی ہوتی ہے۔ بھگوت گیتا میں برہما کی ایک صفت "وِشوتومکھاہ" بتائی گئی ہے جس کے معنی ہے سب طرف منہ والا۔ اسی لحاظ سے برہما کی مورتی ایسی بنائی ہے جس میں اس کے چاروں طرف چہرے ہیں۔[8]

وشنو:

دوسرے خدا کا نام ونو ہے، جس کے معنی ہیں نگہبان یا چلانے والا۔ جیسا کہ ہندوؤں کے نزدیک برہما اس کائنات کا خالق ہے، اسی طرح اس کائنات کے محافظ اور نگہبان کا نام وشنو دیوتا ہے۔ دلچسپ بات ہے کہ برما کی اہمیت ہمیں ودیک ادب میں ملتی ہے لیکن رزمیہ ادب میں اس کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس وشنو دیوتا کو جسے ودیک ادب خاص مقام نہیں دیا، اسے رزمیہ ادب میں عظیم دیوتا کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کا کردار رحم دل بتایا گیا ہے جو مخلوق کی حفاظت اور معاونت کے لیے وقتاً فوقتاً انسان یا کسی اور مخلوق کی شکل میں خود دنیا میں اتر آتا ہے۔ وشنو کی اس صورت کو ہندو الٰہیات میں "اوتار" کہا جاتا ہے۔ وشنو دیوتا کے دیگر نام اور صورتیں نارایَن، شنکر، ہری اور پُروشتم وغیرہ ہیں۔

شیو:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

شیو سے مراد ہے تباہ کرنے والا۔ مورخین کے مطابق یہ دیوتا قدیم ہندی تہذیب کی ان باقیات میں سے ہے جو آج بھی موجود ہے۔ رگ وید میں لفظ شیو دراصل اندر دیوتا کے لیے بطور صفت استعمال ہوا ہے جس کے معنی مبارک(Auspicious) ہے۔ لیکن پرانوں اور ویدوں کے مطالعے سے بھی یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ودیک دیوتا نہیں ہے بلکہ اسے بعد میں ودیک دیوتا "ردر" کا قائم مقام بنادیا گیا جس کی خصوصیات شیو جیسی ہیں۔

اوتار:

لفظ اوتار(Avatar)دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ او کا مطلب ہے نیچے، اور تار کا مطلب ہے آنا یا گزرنا، یعنی اوتار سے مراد "وہ جو نیچے اترا" یا "وہ جو نیچے آیا"۔ بعض علماء ہنود کے مطابق اوتار لفظ "اوترنا" سے ہے جس کے معنی خدا کا ظہور یا اس کی طرف سے تنزلی ہے۔ عام مذہبی اصطلاح میں اس سے مراد زمین پر کسی بھی صورت میں دیوتا یا خدا کا نزول ہے۔

ہندو دھرم میں عقیدہ اوتار انتہائی عقیدت کے ساتھ رائج ہے۔ اس عقیدے کے مطابق خدا نیک لوگوں کی مدد، دھرم (دین) کے قیام اور برائی کے خاتمہ و بیخ کنی کے لیے اکثر لباس بشری و حیوانی میں دنیا میں آتا ہے۔ اس کے لیے خدا کوئی بھی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ چنانچہ زمین پر آنے والے ایک زبردست سیلاب سے منو اور ویدوں کو بچانے کے لیے خدا کا مچھلی کی صورت میں زمین پر آنا اور اپنا شباب برقرار رکھنے کی خاطر آبِ حیات کو سمندر میں تلاش کرنے کے لیے خدا کا سمندری کچھوا بننے کا واقعہ ہندو دھرم میں عام مشہور ہے اور پرانوں میں بھی اس طرح کے واقعات بکثرت موجود ہیں۔ بالخصوص وشنو دیوتا سے متعلق یہ عقیدہ خاصا مقبول ہے۔

ہندو دھرم میں اوتاروں کی تعداد بے شمار ہیں۔ بھگوت پران میں ہمیں 40 اوتاروں کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن مہابھارت کے "وان پرو" میں اس بات کی وضاحت بھی ملتی ہے کہ اوتار لاتعداد ہیں۔ خود بھگود گیتا میں شری کرشن کہتے ہیں کہ "میرے کئی جنم گزر چکے ہیں" البتہ ان لاتعداد اوتاروں میں دس مقبول اوتار ہیں جن کے بارے میں ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں کافی کچھ درج ہیں۔

اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر	اوتار کا نام	اوتار کی صورت	تفصیل
1	متسیہ	مچھلی	زمین پر آنے والے ایک زبردست سیلاب سے اپنے برگزیدہ بندے منو کو آگاہ کرنے اور کشتی بنا کر اس میں سوار ہونے کا حکم دینے کے لیے خُدا نے مچھلی کی صورت اختیار کی اور اوتار کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ہندو لٹریچر میں "منو" انسانوں کے مورث اعلیٰ(Progenitor Humanity) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
2	کورم	کچھوا	مذکورہ طوفان میں بہت سی اشیاء ضائع ہو گئیں تھیں، ان میں ایک اہم شے دیوتاؤں کا آبِ حیات تھا۔ سمندر سے اس آبِ حیات کو تلاش کرنے کے لیے کچھے کی صورت اختیار کی۔
3	ورہا	خنزیر	ہرکشیب نامی ظالم بادشاہ سے لڑنے اور ویدوں کو اس کے قبضے سے نکالنے کے لیے خنزیر کی شکل میں آیا۔ اسی اوتار کے متعلق یہ قصہ بھی ہے منقول کہ ایک مرتبہ زمین پانی میں ڈوب رہی تھی، اس وقت ورہا اوتار نے اسے اپنے سر پر زمین کو اُٹھالیا۔
4	وامن	پست قد انسان	ظالم بادشاہ "بلی" کو مارنے اور دیوتاؤں کو بچانے کے لیے۔
5	نرسمھ	نصف انسان، نصف شیر	ایک ظالم "ہرن یکش پو" کو قتل کرنے کے لیے آیا۔
6	پرشورام	(کلہاڑے کے ساتھ رام) انسان	"کام دھینو" نامی مقدس گائے کو ایک بادشاہ "کرتا دریا" کے قبضے سے بچانے کے لیے آیا۔
7	رام	انسان	رامائن کا مرکزی کردار۔ دنیا کو راون کے ظلم سے بچانے کے لیے خدا رام کی صورت میں آیا۔
8	کرشن	انسان	محبت، بھلائی، کرم یوگ، بہادری اور خدا سے عشق کی ترغیب دینے کے لیے آیا۔
9	بدھ	انسان	حیوانوں سے محبت کے فروغ کے لیے خدا بدھ کی شکل میں دنیا میں آیا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

10	کلکی	انسان	یہ اوتار ہندوؤں کے مطابق مستقبل میں آئے گا۔[9]

اوتار کی دلیل:

اکثر ہندو پنڈتوں کی طرف سے اوتار کے متعلق یہ عقلی دلیل دی جاتی ہے کہ جس طرح ایک اعلیٰ عہدہ رکھنے والا شخص اپنے بچے کی خواہش پر گھوڑا یا اونٹ بن جاتا ہے اور جھک جاتا ہے؛ لیکن اس سے اس کے عہدے یا مقام پر کچھ فرق نہیں آتا اسی طرح بھگوان بھی اپنے بھگتوں کی خواہش پر انسان کے روپ میں زمین پر آتا ہے اور اپنی ایشوع تایعنی خدائیت سے نیچے اتر آتا ہے لیکن اس سے اس کے مقام و مرتبے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

آریا ساج چونکہ اسلامی تعلیمات سے متاثر فرقہ ہے اس لیے یہ عقیدہ اوتار کا شدید انکار کرتے ہیں۔ ان کے مطابق شری کرشن جیسے صالح لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ دھرم کے قیام کے لیے دوبارہ جنم لیں چنانچہ وہ اس کا اظہار مذہبی کتب میں کر دیتے ہیں۔ جو لوگ اوتار کے قائل ہیں، وہ وید کا صحیح فہم نہیں رکھتے، اس وجہ سے انہوں نے اوتار کا تصور ایجاد کر لیا ہے۔ آریا سماج اور اوتار کو نہ ماننے والے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اسنان بچے کی خواہش پر حقیقت میں گھوڑا نہیں بن جاتا۔ اسی طرح بھگتوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے کیسے ممکن ہے کہ خدا، انسان کا روپ دھار لے۔ پھر انسان کا روپ دھار کے مکمل زندگی گزارنا، جنگ کرنا وغیرہ ضروری نہیں بلکہ یہ کافی ہے کہ انسان کو صحیفہ ہدایت دے دیا جائے۔ آریا سماج تحریک کے ہندو یہ سوال بھی اُٹھاتے ہیں کہ بھگتوں کو یہ خواہش کیونکر ہوئی کہ وہ اپنے بھگوان کو کبھی کچھوے، کبھی شیر، کبھی خنزیر اور کبھی کسی صورت میں دیکھیں؟

دیوی یا دیوتا کا مطلب:

دیوتا یا دیوی سنسکرت لفظ "دیو" سے ماخوذ ہے۔ جس کے لغوی روشن اور اصطلاحی معنی بالعموم خدا کے ہیں۔ قدیم یورمی زبانوں میں یہ لفظ "دئیواس" کی صورت میں بھی ملتا ہے جس کے معنی "آسمانی" یا "روشن" کے ہیں۔ مونث صورت میں یہ لفظ "دیویہ" پڑھا جاتا ہے۔ جیسا کہ عام زبان میں ہم دیوی کہتے ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں یہ لفظ بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ موجود ہے۔ البتہ ہر زبان میں اس کا مطلب خدائی صفات کی حامل ایک ایسی روشن اور مقدس ہستی ہے جو بہت سے تصرفات اور مافوق الفطرت قوتوں کی حامل ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے Demigods اور Deity جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ دیوتاؤں کا تصور دنیا میں قدیم زمانوں سے رائج ہے۔ تاہم تاریخ میں دیوتاؤں کا تصور ایک واحد معبود مطلق کی حیثیت سے کبھی بھی نہیں ملتا بلکہ ان کا تصور ایسے خدا کا ہوتا ہے، جو ایک عظیم خدا کے ماتحت سمجھے جاتے ہیں۔[10]

اہم دیوتا:

رگ وید میں جن دیوتاؤں کا ذکر ملتا ہے ان میں زیادہ تر کائنات کے مظاہر شامل ہیں۔ رگ وید کے خاص دیوتا اندر، ورن اگنی، مترا، سوریہ اور سوم ہیں۔ ہندوستان جیسی وسیع، خوبصورت اور شاداب سرزمین جہاں قدرت کے بے شمار مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں، ایسے میں، کوئی حیرت نہیں کہ یہاں کا کوئی باشندہ سورج، چاند ستارے اور دیگر پُراسرار چیزوں کی پرستش کرنے لگے یا ان سے التجائیں کریں۔ ہندو مت میں ابتدائی دور سے ہی انسان زیادہ طاقتور اور عقل سے بالاتر ہر فطری شے کو خدا مانا جاتا تھا۔ چنانچہ آگ، ستارے، سورج، گائے، سانپ، لنگ اور یونی یعنی زنانہ عضو پیدائش کی پوجا آج بھی مختلف مندروں میں کی جاتی ہے۔ البتہ ویدوں کی روشنی میں ایک غیر جانبدار شخص کے لیے یہ فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے کہ ان میں سب سے بڑا دیوتا کون سا ہے؟

اِندر: رگ وید کا قدیم دیوتا "اندر" تھا جو بیک وقت جنگ اور موسم کا دیوتا تھا۔ رگ وید میں مذکور تمام دیوتاؤں میں اندر اور اگنی کی اہمیت سب سے نمایاں ہے۔ ان کا لقب "دیواپتی" بھی ہے جس کے معنی "دیوتاؤں کا راجہ" کے ہیں۔

آدیتے: ہندو روایات کے مطابق آدتی بارہ دیوتاؤں کی ماں ہے جو ویدوں کی ایک دیوی ہے۔ اس کا شوہر آدتیہ یعنی سورج ہے جسے سوریہ بھی کہا گیا ہے۔

اگنی: اگنی اور سوریہ دیوتا کا تعلق زرتشت یا پھر قدیم دھرم سے منسلک معلوم ہوتا ہے جس میں ان کی پرستش کی جاتی ہے۔ ویدوں کے مطابق دیوتاؤں کی اس بہت بڑی تعداد میں ایک عظیم الشان ہستی جسے ہم خدا کہتے ہیں، کو پہچاننے کے لیے سب سے بہترین اور درست علامت اگنی (آگ) ہے کیونکہ اس سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔

گنیش: اسی طرح ایک دیوتا گنیش ہے جو کہ ہندوؤں کا وہ معبود ہے جس کا سر ہاتھی کا ہے اور جسم انسان کا۔ یہ شیو کی بیوی پاروتی کے بیٹے مانے جاتے ہیں۔

ان دیوتاؤں کے علاوہ ہندو مزید اور بھی دیوی دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان دیوتا کو مختلف شارحین اپنے اپنے عقیدے کی بنیاد پر مختلف صفات کا مظہر پاتا ہے۔ یہ بات بلاشک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ ہندو دھرم میں خدا کی کوئی ایک ہستی متعین نہیں بلکہ ہر مقدس کتاب میں ایک نئے دیوتا اور خدا کا ذکر ملتا ہے۔ وید اپنے پُرزور الفاظ میں مظاہر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

فطرت آگ، ہوا، سورج اور پانی کی پرستش کی تعلیم دیتا ہے۔ اپنشد بھی ایک ایسے غیر شخصی خدا کی پرستش کی حمایت کرتا ہے جو "انتریامی "یعنی ہر شے میں سمایا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا ظہور سورج، چاند ستارے ہر شے میں ہے اور اس کا جسم تمام اجسام کا مجموعہ ہے۔ گیتا، پران، رامائن وغیرہ میں مزید اور بھی کئی مختلف خداؤں کا تذکرہ ملتا ہے۔ موجودہ ہندو مت میں وہ خدا اور دیوتا جن کی پرستش کی جاتی ہے، ان کی تعداد 33 کروڑ تک بتائی جاتی ہے۔ ان میں سورج، چاند، آگ، ہوا، ومنا، منگی، سائیں، ہنومان (بندر دیوتا)، اِندر، کرما، شکتی، رام، کرشنا، سگن، ورن، سکندر، اور بد مشہور ہیں۔ نیز کئی علاقوں میں ان کے مقامی دیوتا بھی ہیں؛ عام طور پر قدیم ہندی حکماء اور علما کو بھی دیوتا مان لیا جاتا ہے۔[11]

ہندومت میں موت کا تصور:

اصطلاح عام میں انسانی جسم سے روح کے کنلنے کو "موت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ موت ایک ایسی اٹل حیقت ہے جس سے کسی صاحب عقل کو انکار نہیں۔ دنیا کی جتنی بھی مخلوقات ہیں، اگرچہ کچھ زیادہ عرصہ رہتے ہیں، اور کچھ کم عرصہ، ان سب کو ایک دن اس دنیا سے کوچ کر جانا ہوتا ہے۔ موت کے متعلق بھگوت گیتا میں یوں بیان کیا گیا ہے: "ہر جنم لینے والے کی موت اور ہر مرنے والے کا جنم یقینی ہے"[12]

اپنشد اور گیتا کی بیشتر تفاسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو فلاسفہ کے نزدیک روح غیر فانی ہے۔ گیتا میں شری کرشن سے منسوب بیان کے مطابق روح ہمیشہ قائم رہتی ہے مگر اپنے اعمال کی بناء پر ہر جنم میں اجسام بدلتی رہتی ہے۔ وہ اس کی جاودانی اور ابدیت پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"روح کو ہتھیار وغیرہ نہیں کاٹ سکتے! آگ اسے نہیں جلا سکتی۔ پانی اسے گیلا نہیں کر سکتا اور نہ ہی ہوا اسے خشک کر سکتی ہے یہ انفرادی روح اٹوٹ اور ناقابل حل ہے۔ نہ اسے جلایا جاسکتا ہے نہ سکھایا جاسکتا ہے۔ وہ دائمی ہے، ہر جگہ موجود ہے، کبھی بدلتی نہیں، نہ وہ ہلتی ہے، وہ ابدی طور پر یکساں ہے"[13]

"سب کے جسم میں یہ روح نہ قابل ہلاک ہے۔ سو تمہیں ان سب کا غم نہیں کرنا چاہیے"[14]

دیگر مذاہب کی طرح ہندومت میں بھی روح قبض کرنے والی ایک مقدس ہستی یا دیوتا کا تصور ملتا ہے جسے "یم راج "یعنی ملک الموت کہا گیا ہے۔ یم راج خدا کے حکم دنیا میں انسانوں کی روح قبض کرتا ہے اور اسے دوسرے جہاں میں لے جاتا ہے یعنی موت عطا کرتا ہے۔ موت کیا ہے؟ اس بارے میں ہندومت کے مقدس صحائف کافی حد تک خاموش نظر آتے ہیں۔ تاہم اپنشد میں اس پر کچھ بحث کی گئی ہے۔ کٹھ اپنشد کے ایک مکالمے میں ایک رشی، جن کا نام نچکیتا ہے، یم راج سے موت کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو یم راج اس بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔ اس مکالمے کا یہ مرکزی حصہ ملاحظہ کیجئے:

نچکیتا: مرنے پر یہ شک اٹھا کرتا ہے کہ بعض کہتے ہیں آدمی کا وجود ہوتا ہۓ جبکہ بع کہتے ہیں وہ نیست (فنا) ہو جاتا ہے۔ اے یمراج میں تجھ سے یہ جاننا چاہتا ہوں۔ میری خواہشوں میں تیسری خواہش یہی ہے۔

یمراج: زمانہ قدیم میں دیواؤں کو بھی اس بارے میں شک ہوا تھا۔ یہ دھرم بہت دقیق ہے، آسانی سے سمجھ نہیں آتا۔ پس اے نچکیتا! کچھ اور طلب کر، اور اس پر اصرار نہ کر، بلکہ اس بات کو چھوڑ دے۔

نچکیتا: اے یمراج! تو کہتا ہے کہ دیوتاؤں کو بھی اس بارے میں شک ہوا تھا، اور اس کا راز سمجھنا آسان نہیں ہے۔ مگر تجھ جیسا استاد اور اس جیسی طلب اور کوئی نہیں ہے۔

یمراج: ایسے بیٹے اور پوتے مانگ لے جن کی عمر سو سو برس ہوں، ڈھیر سارے مویشی، ہاتھی، اور سونا مانگ لے، وسیع زمین مانگ لے، اور خود جتنے برس چاہے جی لے، اس (طلب) کی برابر یہ مانگتا ہے تو دولت اور غیر فانی حیات مانگ لے، اسے نچکیتا! تو زمین کا راجہ بن جا، میں تیری سب آرزوئیں پوری کرنے کو تیار ہوں۔ جو خواہشات بھی اس دار فانی میں مشکل سے نصیب ہوتی ہے، تو اپنی مرضی کے مطابق سب مانگ لے، یہ دیکھ کہ کتنی حسین عورتیں سواریوں میں بیٹھی ہیں اور باجے بجا رہی ہیں، آدمیوں کو یہ نصیب نہیں ہوتا۔ مگر میں تجھے دیتا ہوں، ان سے خدمت لے، لیکن اے نچکیتا! موت کے بارے میں مت پوچھ۔[15]

ان منتوں کے بعد موت کے متعلق یمراج کا کوئی واضح بیان نہیں ملتا۔ البتہ ویدوں کے مطالعے سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ موت ایک خوفناک امر کا نام ہے جس سے رشی بھی پناہ مانگتے نظر آتے ہیں۔

"اے موت دور ہو جا! اپنی اسی راہ پر واپس چلی جا۔ نہ اس راستے سے جہاں دیوتا سفر کرتے ہیں۔ (اے موت) جو کہ سماعت و بصارت رکھتی ہے، تجھے میں کہتا ہوں سن لے! ہماری اولاد کو مت چھو! ہمارے لوگوں کو مت مار۔"[16] "اے سورج دیوتا! چونکہ ہم موت کے قابو میں ہیں۔ براہ کرم ہماری عمریں طویل کر دے کہ ہم زندہ رہیں"[17] "طلوع ہوتا ہوا سورج ہمیں موت کے جال سے دور رکھے"[18]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اپنشد اور ویدوں کے مطابق دل کی ایک سو ایک شریانیں ہیں جن سے روح نکلتی ہے۔ البتہ ان سب میں سے صرف ایک مخصوص راستے سے روح نکلنے کو نجات کی علامت بتایا گیا ہے۔ باقی ایک سو ایک قسم کی اموات کیا ہیں؟ اس بارے میں صحائف خاموش ہیں۔ "دِل کی ایک سو ایک شریانیں ہیں۔ اِن میں سے ایک پیشانی کی چوٹی سے داخؒ ہوتی ہے۔ اِس شریان سے نکلنے والی روح لافانیت کو پہنچ جاتی ہے۔ باقی (شریانوں) سے نکلنے میں دوسری حالت نصیب ہوتی ہے"[19] "یہ تمام دوسری اموات سے جسے لوگ سو شمار کرتے ہیں پار ہو جاتے ہیں"[20] "ایک سو ایک اموات پر یہ شخص غالب ہو جائے"[21]

یہ واضح ہو گیا کہ ویدوں اور ہندو دھرم کے مطابق موت ایک خوفناک امر ہے۔ روح کا جسم سے خارج ہونے کے ایک سو ایک طریقے ہیں جن میں سے ایک راستہ نجات کا ہے باقی سب موت کے راستے ہیں۔

ہندومت میں تصورِ نجات:

تمام ہندی مذاہب کا مرکزی مسئلہ مکتی یعنی نجات حاصل کرنا ہے۔ نجات کے ک لیے ہندوؤں کے ہاں استعمال ہونے والے الفاظ مکتی اور موکش ہیں۔ یہ دونوں ہی سنسکرت کے الفاظ ہیں جو اپنے مفہوم میں آزاد کرنے یا چھوٹ جانے سے متعلق ہیں۔ اگرچہ یہ لفظ ہمیں سارے وید میں کہیں نہیں ملتا لیکن اس کے دیگر مشتقات ویدوں میں جا ملتے ہیں جس کے معنی چھوٹنے کے ہیں۔ نجات کے بارے میں ہمیں ویدوں میں کوئی واضح ذکر نہیں ملتا، البتہ پران، اپنشد اور گیتا میں اس کی تفصیل کئی جگہ مل جاتی ہے۔ ہندوؤں کا عام عقیدہ ہے کہ انسان کی روح خدا کی ذات سے نکلی ہے۔ چنانچہ اسی لیے انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس کی روح واپس اپنے اصل منبع یعنی اسی خدائے واحد کی ذار میں ضم ہو جائے جسے برہما پرماتما کہتے ہیں۔ اسے برہم لوک میں جانا بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم اس عقیدے میں ایک ضمنی لیکن اہم بات یہ ہے کہ خدا کی ذات پاک ہے، اس لیے انسانی روح اس میں تب تک ضم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ گناہوں سے پاک نہ ہو جائے۔ اسی پاکیزگی کے حصول کے لیے روح کو دنیا میں تب تک بار بار جنم لینا ہوتا ہے جب تک کہ یہ اپنے اعمال کا صلہ مختلف صورتوں میں بھگت کر پاک نہ ہو جائے اور سمسار یعنی بار بار پیدا ہونے کے چکر سے نجات نہ پا لے۔ اس عقیدے کو تناسخ اور آواگون کہتے ہیں۔[22]

خلاصہ:

نوعِ انسانی کے ہر مذہب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس کی مذہبی روایت اور تاریخ کا ایک نقطہ آغاز ضرور ملتا ہے۔ یہ نقطہ آغاز عام طور پر کسی مقدس ہستی کے روحانی تجربے سے متعلق ہوتا ہے جسے گیان، موکش یا وحی کہا جاتا ہے۔ قدیم ہند کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ ان ہندوؤں کی کتابوں میں کوئی مطلقاً تاریخی واقعات درج نہیں ہے۔ نہ ہی ان کی عمارتوں اور یادگاروں سے اس کمی کی تلافی ہے۔ اس قدیم قوم کے بعد ہندوستان میں جن لوگوں کے تہذیبی آثار ملتے ہیں وہ دراوڑ ہے۔ اس قوم کی اصل کے متعلق کوئی تشفی بخش جواب فی الحال میسر نہیں ہے۔ فی الواقع یہ قوم اتنی پرانی ہے کہ اس بات کا سراغ نہیں ہے۔ عبادات کے لحاظ سے یہ معاشرہ انتہائی سادہ رسومات پر عمل پیرا تھا۔ ہڑپہ، مہر گڑھ اور راکھی گڑھی اور دیگر جگہوں سے ماہرین کو قدیم زمانے کی قبروں کے آثار کثرت سے ملے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مُردوں کو دفنایا کرتے تھے۔ آریا کوئی قومی اصطلاح نہیں ہے اور نہ ہی یہ گروہ ایک مشترکہ تہذیب و ثقافت کا حامل گروہ تھا۔ بلکہ انہیں مجموعی حیثیت سے صرف ان کے مشترکہ خطے اور سفید جلد کی ہی وجہ سے آریا کہا جاتا ہے۔ آریا 6000 قبل مسیح سے اپنی وطن ہجرت کر چکے جانب رخ کر چکے تھے اور صدیوں تک ترکمانستان، قزاقستان، بلخ اور ایران میں آباد رہے۔ لیکن ان ویدک آریوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو وادی سندھ کے عروج سے قبل یعنی طوفان کے فوراً یہاں ہندوستان آباد ہو گیا تھا۔ اس کے بعد 3200 یا 2000 قبل مسیح میں مزید قبائل آئے جن میں یادو اور ترسو خاص طرپر شامل تھے۔ یادو اور ترسو وید کے مطابق سمندر سے آئے تھے۔ ہڑپہ کے آثار ودیک تہذیب سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اسی اولین گروہ نے یہاں سے یوگا سمیت دیگر اجزا اپنے مذہب میں شامل کیے ہوں گے۔ مہابھارت میں ایسے کئی سراغ ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ طاس تہذیب کے لوگ اپنے زوال کے بعد گنگا و جمنا کی تہذیب میں ضم ہو گئی۔ عام طور پر ہندو خُدا کے لیے بھگوان اور ایشور کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لفظ بھگوان کے لغوی معنی خوش بخت ہیں۔ اپنے مفہوم میں یہ لفظ الہامی، مقدس، پر جلال اور عظیم ہستی کے معنی میں خُدا کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہندو الٰہیات کی رو سے خدا اپنا اصل خالص صورت میں ایسا خُدا ہوتا ہے جو نام و صفات سے ماوراء ہو۔ اس کی صورت، صفات، نام ہر ایک چیز انسانی ذہن سے ماوراء ہوتی ہے۔ یہ خُدا کی خالص صورت ہے۔ جس کی حالت کا کچھ بیان ممکن نہیں ہے۔ ہندومت کے تصور خُدا میں تری مورتی کا تصور نہایت اہم ہے۔ اس کی رو سے حقیقی خُدا یا دیوتا تین ہیں۔ باقی تمام خدا، دیوتا و دیویاں انہی کے ماتحت ہیں۔ ان میں سے ایک خالق، ایک نگہبان اور ایک تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ موت ایک ایسی اٹل حیقت ہے جس سے کسی صاحب عقل کو انکار نہیں۔ دنیا کی جتنی بھی مخلوقات ہیں، اگرچہ کچھ زیادہ عرصہ رہتے ہیں، اور کچھ کم عرصہ، ان سب کو ایک دن اس دنیا سے کوچ کر جانا ہوتا ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح ہندومت میں بھی روح قبض کرنے والی ایک مقدس ہستی یا دیوتا کا تصور ملتا ہے جسے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"یم راج" یعنی ملک الموت کہا گیا ہے۔ یم راج خدا کے حکم دنیا میں انسانوں کی روح قبض کرتا ہے اور اسے دوسرے جہاں میں لے جاتا ہے یعنی موت عطا کرتا ہے۔ ہندوؤں کا عام عقیدہ ہے کہ انسان کی روح خدا کی ذات سے نکلی ہے۔ چنانچہ اسی لیے انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس کی روح واپس اپنے اصل منبع یعنی اسی خدائے واحد کی ذات میں ضم ہو جائے جسے برہما پرماتما کہتے ہیں۔

---

[1] گستاولی لیبان فرانسیسی، تمدنِ ہند، مترجم: سید علی بلگرامی، آگرہ: مطبع شمسی، بھارت، ن م، ص164

[2] فاروقی، عماد الحسن آزاد، دُنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور، 1990ء، ص43

[3] محمد شارق، ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، کتاب محل، لاہور، 2017ء، ص46

[4] ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص52

[5] رگ وید، منڈل6، سکت20

[6] Abbe J.A Dubois, Hindu Manners, Costoms & Cermonies, Oxford: The Claerndon Press, 1960, P.4

[7] شری مدبھاگوتم پران، کنڈ4، ادھیائے7، شلوک53-50

[8] بھگوت گیتا، ادھیائے10، شلوک33

[9] ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص190

[10] ایضاً، ص197

[11] ایضاً، ص202

[12] بھگوت گیتا، ادھیائے2، شلوک27

[13] ایضاً، ادھیائے2، شلوک24-23

[14] ایضاً، ادھیائے2، شلوک30

[15] اپنشد، ادھیائے1، ولی1، منتر26-20

[16] رگ وید، منڈل10، سُکت18، منتر1

[17] ایضاً، منڈل10، سُکت47، منتر5

[18] اتھروید، کانڈ17، سُکت1، منتر30

[19] اپنشد، کھنڈ6، منتر6

[20] اتھروید، کانڈ3، سُکت28، منتر5

[21] ایضاً، کانڈ7، سوک2، منتر27

[22] ہندومت کا تفصیلی مطالعہ، ص218